ترجمہ و تلخیص

فقہ اسلامی میں قرائن اور علامات کے ذریعے فیصلہ کی حیثیت

عبدالعزیز بن سعد الدغیثر
مترجم: مفتی مجاہد شبیر احمد فلاحی قاسمی

قرینہ کے لغوی معنیٰ 'مصاحبت' کے ہیں۔[۱] اس سے مراد علامت ہے۔

قضاء میں قرینہ سے مراد ہر وہ ظاہری علامت ہے جو کسی خفیہ چیز سے جڑی ہوئی ہو اور یہ ظاہری علامت اس پر دلالت کرتی ہو۔[۲]

قرائن کی قسمیں

قرائن کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ قرائنِ قطعیہ

قرائن قطعیہ سے مراد ایسی علامتیں ہیں جو یقین کی حد تک پہنچتی ہوں۔[۳] یہ بلا اختلاف حجت ہیں۔ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے: (حجت یہ چیزیں ہیں) بیّنہ عادلہ، اقرار، قسم سے انکار، قسم، قسامت، قاضی کا علم، قرینۂ قاطعہ۔[۴]

۲۔ قرائنِ ظنّیہ

یہ وہ قرائن ہیں جن کی حجت میں اختلاف ہے۔ مثلاً اگر گھر کے سامان کے سلسلے میں بیوی اور شوہر کے درمیان اختلاف ہو جائے تو کیا بعض چیزوں کا فیصلہ مرد کے حق میں اور بعض کا فیصلہ عورت کے حق میں کیا جا سکتا ہے؟ اس مسئلے میں اختلاف مشہور ہے اور وہ زیر بحث مسئلہ سے متعلق ہے۔

۳۔ قرائنِ متوہمہ

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر خون کا موجود ہونا۔ یہ ان کے

بھائیوں کی صداقت کا ایک قرینہ تھا۔لیکن قمیص کا نہ پھٹا ہونا اس سے زیادہ مضبوط قرینہ تھا، جوان کے جھوٹے ہونے پر دلالت کرتا تھا۔

فقہ میں اس قرینہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔مگر قاضی کبھی کبھی قرینہ کے سمجھنے میں عام لوگوں سے مختلف رائے رکھتا ہے۔عین ممکن ہے کہ وہ کسی قرینے کو قطعی سمجھے، جب کہ دوسرے اسے ظنّی سمجھتے ہوں۔اسی طرح وہ کسی قرینے کو وہمی سمجھے، جب کہ دوسروں کی نظر میں وہ غیر وہمی ہو۔

کیا صرف قرائن حجّت ہیں؟

قرینۂ قطعیہ پر فیصلے کی بنیاد رکھنے کے معاملے میں جمہور فقہا کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔البتہ ان کی تفصیلات اور جزئیات میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔[۵]

حدود کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے اور ان میں فقہا کا اختلاف مشہور ہے۔

حق کی توضیح میں قرائن کی اہمیت کے باوجود بہت سے فقہاء نے صرف قرائن کو حجت نہیں مانا ہے۔یہ بطور احتیاط ہے، تاکہ غلط فیصلہ نہ ہو جائے، کیوں کہ ممکن ہے کہ قاضی کوئی فیصلہ ضعیف قرائن کی روشنی میں کر دے۔[۶] اس کے برخلاف محققین ائمہ نے اس کا اعتبار کیا ہے۔قرافیؒ نے قضاء میں سترہ چیزوں کو حجت قرار دیا ہے۔ان میں قیافہ اور شواہد احوال بھی ہیں۔[۷] اس سے مراد علامات و قرائن ہیں۔

فتاویٰ ابن تیمیہؒ میں ہے:

”جمہور کے نزدیک اصل یہ ہے کہ قسم اور دلیل قضاء میں معتبر ہیں، البتہ جزئیات میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔“[۸]

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

”دلیل ہر وہ چیز ہے جو فریقین میں سے کسی کی سچائی کو واضح کر دے۔مثلاً اقرار یا گواہی یا قرائن ظاہرہ۔یہ جمہور فقہا کی رائے ہے، جن میں امام مالکؒ، احمدؒ اور ابو حنیفہؒ بھی ہیں۔“[۹]

ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے علاوہ ابن فرحونؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ نے بھی صرف علامات کو شرعاً حجت مانا ہے۔معاصر محققین میں ڈاکٹر محمد زحیلی ، ڈاکٹر محمد شنقیطی اور ڈاکٹر بدریہ حسونہ بھی اس کے قائل ہیں۔

قرائن معتبر ہونے کے دلائل:

علامات وقرائن شرعی طور پر حجت ہیں۔اس کے دلائل قرآن،احادیث اور عمل صحابہ میں موجود ہیں۔

الف: دلائلِ قرآن

۱۔قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے:

وَجَآؤُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ (یوسف:۱۸)

اور وہ یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر آئے تھے

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کی قمیص اپنے باپ کے سامنے پیش کی اور کہا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔انہوں نے قمیص دیکھی تو وہ نہ کہیں سے پھٹی ہوئی تھی نہ اس پر بھیڑیا کے دانتوں کے نشانات تھے۔اس سے وہ جان گئے کہ وہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں اور انہوں نے فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْراً (یوسف:۱۸)

بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک بڑے کام کو آسان بنادیا

۲۔اسی سورت میں آگے ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی نے بدکاری کا الزام لگایا۔اس سیاق میں قرآن کہتا ہے:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَٰذِبِينَ، وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ، فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ

اس عورت کے اپنے کنبے والوں میں سے ایک شخص نے (قرینے کی) شہادت پیش کی کہ ’اگر یوسف کا قمیص آگے سے پھٹا ہو تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا، اور اگر اس کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہو تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچا‘۔جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا قمیص

مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّـهُ مِن كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ (یوسف:۲۶-۲۸)

پیچھے سے پھٹا ہے تو اس نے کہا' یہ تم عورتوں کی چالاکیاں ہیں' واقعی بڑے غضب کی ہوتی ہیں تمہاری چالیں۔

فیصلہ کرنے والے نے قمیص کے پیچھے سے پھٹے ہونے سے یہ استدلال کیا کہ یوسف بھاگ رہے تھے۔اس طرح اس نے عورت کا دعویٰ جھوٹا قرار دیا۔اس فیصلہ کو ہماری شریعت میں غلط نہیں قرار دیا گیا ہے۔۱۰

ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

''قمیص کے پیچھے سے پھٹنے سے فیصلہ کرنے والے نے جان لیا کہ فریقین میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون''۔؟۱۱

اس فیصلہ میں عزت وآبرو کے معاملے میں قرینہ کو دلیل بنایا گیا ہے۔قرآن اور حدیث میں متعدد مثالیں ہیں جن میں اسی طرح قرینہ کے ذریعے وصیت اور قسامت وغیرہ کے فیصلے کیے گئے ہیں۔

ب۔حدیث سے دلائل

ا۔حدیث میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ دوعورتوں نے ایک بچے کے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ اس کا بچہ ہے۔سلیمانؑ نے کہا:ایک چھری لاؤ، میں اس بچے کے دوٹکڑے کرکے آدھا آدھا دونوں کو دے دوں۔ بڑی عورت راضی ہوگئی،مگر چھوٹی عورت چیخ پڑی: ''اللہ آپ پر رحم کرے،ایسا نہ کیجئے،اس کو دے دیجئے''۔

اس پر امام ابن قیمؒ نے لکھا ہے:''چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے اس کا فیصلہ چھوٹی عورت کے حق میں کردیا''۔۱۲

کتنا اچھا ظاہری قرینہ ہے جس کا انہوں نے اعتبار کیا۔بڑی عورت اس بچے کے دوٹکڑے کرنے پر تیار ہوگئی تھی،تاکہ جس طرح وہ اپنے بچے سے محروم ہے اسی طرح چھوٹی عورت بھی اپنے بچے سے محروم ہوجائے،لیکن چھوٹی عورت کو اس بچے سے محبت تھی،اس لیے کہ وہ اس کی ماں تھی، چنانچہ وہ اسے ذبح کیے جانے پر تیار نہیں ہوئی اور چاہا

کہ اس کا بچہ زندہ رہے، چاہے دوسری عورت کو دے دیا جائے۔حضرت سلیمانؑ کے سامنے یہ ایک مضبوط قرینہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے چھوٹی عورت کے حق میں اس بچے کا فیصلہ کر دیا، حالانکہ اس نے اقرار کرلیا تھا کہ یہ بچہ دوسری عورت کا ہے۔اس لیے کہ اگر اقرار کسی ایسی علت کی وجہ سے ہو جس سے حاکم واقف ہو تو وہ اس اقرار کا اعتبار نہیں کرے گا۔۱۳

علامہ نوویؒ نے لکھا ہے: ''حضرت سلیمانؑ کا ارادہ حقیقت میں اس بچے کو کاٹنے کا نہیں تھا ، بلکہ وہ ان دونوں کی شفقت ومحبت کو جانچ کر کے اس کی حقیقی ماں کا پتہ لگانا چاہتے تھے۔اس ترکیب سے انہوں نے حقیقی ماں کو پہچان لیا۔۱۴

۲۔غزوۂ بدر کے بعد عفراء کے دونوں بیٹوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ اس نے ابو جہل کو قتل کیا ہے۔ان دونوں سے اللہ کے رسول ﷺ نے دریافت کیا: ''کیا تم نے اپنی تلواروں کو پونچھ دیا ہے؟'' انہوں نے کہا: نہیں۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اپنی تلواریں دکھاؤ''۔ان تلواروں کو دیکھ کر ان میں سے جس کی تلوار میں خون لگا ہوا تھا، اس کے حق میں آپؐ نے فیصلہ فرما دیا۔۱۵

۳۔کوئی چیز کہیں پڑی ہوئی مل جائے تو نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جو شخص اسے اٹھائے وہ اسے اس شخص کو لوٹا دے جو اس کی ٹھیک ٹھیک پہچان بتا دے۔۱۶

اس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے کسی چیز کی صحیح پہچان بتانے کو اس کی ملکیت کی دلیل قرار دیا۔

۴۔نبی کریم ﷺ نے اہل خیبر سے جنگ کی، یہاں تک کہ ان کو قلعے میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور ان کی زمینوں اور باغات پر قبضہ کرلیا۔انہوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ جلاوطن ہونے پر تیار ہیں، اس شرط پر کہ انہیں اتنا سامان لے جانے کی اجازت دی جائے جتنا ان کی سواریاں اٹھا سکتی ہوں، البتہ سونا چاندی کے مالک رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔آں حضرت ﷺ نے ان پر یہ شرط عائد کی کہ وہ کوئی چیز نہ چھپائیں گے، ورنہ معاہدہ منسوخ ہو جائے گا، مگر انہوں نے ایک بکس کہیں چھپا دیا جس

میں بہت سا قیمتی سامان اور حیَی بن اخطب کے وہ زیورات تھے جو بنی نضیر کی جلاوطنی کے وقت وہ اپنے ساتھ خیبر لایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حیَی کے چچا سے دریافت کیا کہ وہ مال کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ جنگوں اور دیگر مصارف میں سب ختم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال تو بہت زیادہ تھا اور ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے اسے حضرت زبیرؓ کے حوالے کیا اور انہوں نے اس کی پٹائی کی تو اس نے بتایا کہ میں نے حیَی کو ایک ویرانہ میں جاتے ہوئے دیکھا تھا ہوسکتا ہے کہ اس نے وہ مال وہیں کہیں چھپایا ہو۔ صحابہ گئے اور تلاش کیا تو وہ بکس مل گیا۔ اس عہد شکنی پر اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو قتل کرا دیا۔ [۱۷]

ج۔ عملِ صحابہ سے استدلال

۱۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس کا حمل ظاہر ہو گیا تھا، مگر وہ غیر شادی شدہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کو رجم کیے جانے کا فیصلہ صادر کیا۔ انہوں نے اس حمل کو اس کے زانیہ ہونے کی دلیل قرار دیا۔

۲۔ حضرت ابورافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: ''اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے، زبیرؓ اور مقداد بن اسودؓ کو بھیجا اور فرمایا: جب تم روضۂ خاخ پہنچو گے تو تمہاری ملاقات ایک پالکی میں بیٹھی ہوئی عورت سے ہوگی۔ اس کے پاس ایک خط ہے، وہ اس سے حاصل کر لو۔ ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے تیز رفتاری سے چلے، یہاں تک کہ روضہ کے پاس پہونچے، تو وہ عورت ہمیں ملی، ہم نے اس سے کہا: خط نکالو، اس نے جواب دیا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا: خط نکالو، ورنہ تمہیں برہنہ کر کے تمہاری تلاشی لیں گے۔ تب اس نے اپنی چوٹی سے خط نکال کر دیا''۔ [۱۸]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہت سے پیش آمدہ واقعات میں قرائن سے فیصلہ فرماتے تھے۔ ابن قیمؒ نے ایسے بہت سے واقعات بیان کیے ہیں، جن میں حضرات صحابۂ کرام نے قرائن کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا ہے۔ آخر میں لکھا ہے: ''حدیث نبوی ''البيّنة على المدّعي'' (دلیل پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے) میں بیّنہ (دلیل) سے مراد ہر وہ

چیز ہے جو مدّعی کے دعویٰ کی صحت کو ظاہر کرے۔اس میں قرینہ بھی ہے۔جس طریقے سے بھی اس کی سچائی ظاہر ہوگی اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا‘‘۔

علامہ ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں:

’’مقصود شرعی یہ ہے کہ حق کا اثبات اور باطل کا ابطال کیا جائے۔جس معاملے میں عدل وانصاف کی علامتیں ظاہر ہوں گی اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ بعید ہے کہ وہ عدل وانصاف کے بعض طریقوں اور علامتوں کو تو صحیح قرار دے اور دیگر طریقوں اور علامتوں کو جو ان سے زیادہ قوی تر ہوں معتبر نہ قرار دے۔‘‘[19]

قرائن کے ذریعہ فیصلے کی ایک دل چسپ مثال یہ واقعہ ہے:

حضرت ایاس بن معاویہؒ کے پاس دو آدمی آئے جو دو چادروں کے سلسلے میں لڑ رہے تھے۔ ایک چادر سرخ رنگ کی اور دوسری سبز رنگ کی تھی۔ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنی چادر رکھ کر حوض میں غسل کرنے چلا گیا۔ یہ شخص آیا اور اس نے اپنی چادر میری چادر کے نیچے رکھ دی اور غسل کرنے لگا۔ وہ غسل سے مجھ سے پہلے فارغ ہوگیا۔ باہر نکلا تو اپنی چادر چھوڑ دی اور میری چادر اٹھا کر چل دیا۔ میں باہر نکلا تو میں نے بدلی ہوئی چادر دیکھی۔ میں نے اس کا پیچھا کیا۔مگر اب وہ کہتا ہے کہ وہ اسی کی چادر ہے۔ایاس بن معاویہ نے دعویٰ کرنے والے سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟اس نے جواب دیا: نہیں! ایاس نے ایک کنگھا منگایا اور دونوں کے سر میں کنگھا کیا۔جس کے سر سے سرخ اون نکلا اسے سرخ چادر دے دی اور جس کے سر سے سبز اون نکلا اسے سبز چادر دے دی۔

یہ بات جان لینی چاہیے کہ قرائن سے اسی وقت فائدہ اٹھایا جائے گا جب ثبوت کے دیگر وسائل موجود نہ ہوں، یا ان میں تعارض ہو۔[20]

قرائن کے ذریعہ حدود کا اثبات؟

قرائن کے ذریعہ حدود کے اثبات کے سلسلے میں اہل علم کے درمیان اختلاف

ہے۔بعض حضرات اس کے قائل ہیں، جب کہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں۔اس کے قائلین کہتے ہیں کہ قرائن قویہ کے ذریعہ حدود کا اثبات کیا جا سکتا ہے، جیسے حمل جرم زِنا کو ثابت کرنے میں، شراب کی بو شراب نوشی کے اثبات میں اور چوری کا مال موجود ہونا متّہم شخص کے چور ہونے کے معاملے میں۔ یہ مالکیہ کا قول ہے۔حنابلہ سے بھی ایک قول اس کی تائید میں مروی ہے۔[۲۱]

مالکیہ اس کو انہی معاملات سے مخصوص قرار کرتے ہیں جن میں حضرات صحابہ نے فیصلہ کیا تھا۔اور وہ دو مسئلے ہیں: ایک یہ کہ غیر شادی شدہ عورت کا حمل ظاہر ہو اور دوسرا یہ کہ کسی شخص کے منھ سے شراب کی بو آئے۔[۲۲]

علامہ ابن قیمؒ اس کو عام قرار دیتے ہیں اور تمام قرائن قویہ کو معتبر مانتے ہیں۔[۲۳]

قائلین کے دلائل

قائلین کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک ایسی عورت کے رجم کا فیصلہ فرمایا جس کا شوہر موجود نہیں تھا، لیکن اس کا حمل ظاہر ہو گیا تھا، حضرت معاذؓ نے فرمایا: اے عمرؓ، آپ کو اس عورت پر حد جاری کرنے کا حق ہے، مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ پل رہا ہے اس کی جان لینے کا اختیار نہیں ہے۔اس پر حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس عورت کو قید کیا جائے، یہاں تک کہ وہ اس بچے کو جنم دے۔اس عورت نے ایک ایسے لڑکے کو جنم دیا جس کے دو دانت تھے۔جب اس بچے کے باپ نے اس کو دیکھا تو کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ بات حضرت عمرؓ تک پہنچی تو انھوں نے اس عورت کو رجم نہیں کیا اور حضرت معاذؓ کی رائے کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: ''عورتیں حضرت معاذؓ جیسے شخص کو جننے سے عاجز ہیں''۔[۲۴]

۲۔حضرت عمرؓ نے ایک ایسی عورت کے رجم کا فیصلہ سنایا جس نے چھ مہینے میں ایک بچے کو جنم دیا تھا۔اس پر حضرت علیؓ نے سورۃ البقرہ کی آیت:۲۳۳ اور سورۃ الاحقاف کی آیت:۱۵ سے استدلال کر کے ثابت کیا کہ پیدائش چھ مہینے میں بھی ہو سکتی ہے۔ یہ سن

کر حضرت عمرؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔۲۵

۳۔حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے منہ سے شراب کی بو محسوس کی تو اس پر مکمل حد کے کوڑے مارے۔۲۶

ایک روایت میں ہے کہ وہ ان کے بیٹے عبید اللہ تھے۔۲۷

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ حد انہوں نے اعترافِ جرم کی بنا پر جاری کی تھی، نہ کہ صرف بو محسوس ہونے پر۔

۴۔صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مولی حمران نے حضرت ولید بن عقبہؓ کے بارے میں گواہی دی کہ انہوں نے شراب پی ہے۔ایک دوسرے شخص نے گواہی دی کہ اس نے ان کو شراب قے کرتے دیکھا ہے۔اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: شراب قے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے شراب پی ہے۔چنانچہ ان پر کوڑے کی سزا کا فیصلہ سنایا۔حضرت علیؓ اس مجلس میں موجود تھے۔انہوں نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی۔۲۸

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے صرف قے کرنے پر کوڑے نہیں لگوائے تھے، بلکہ اس کے ساتھ اور بھی دلائل موجود تھے، مثلاً ان کے خلاف گواہی موجود تھی اور وہ اول فول بک رہے تھے۔یہ دلائل موجود ہوں تو حد جاری کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۵۔صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حمص میں ایک شخص پر کوڑے مارے جانے کا فیصلہ کیا جس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔۲۹

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ اس قرینہ کے پائے جانے کے بعد اس شخص نے اعتراف کر لیا ہو، تب اس پر حد جاری کی گئی ہو۔اس احتمال کی وجہ سے اس روایت سے استدلال صحیح نہیں۔

۶۔ایک دلیل یہ بھی ہے جس کو ابن قیمؒ نے 'الطرق الحکمیة' میں بیان کیا ہے کہ ائمہ اور خلفاء برابر اس متّہم شخص کے ہاتھ کاٹے جانے کا فیصلہ سناتے رہے جس کے پاس چوری شدہ مال پایا گیا ہو۔یہ قرینہ گواہی اور اقرار سے زیادہ مضبوط ہے۔اس

لیے کہ یہ دونوں خبریں ہیں جن میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے، جبکہ مال کی موجودگی قطعی ہے جس میں کسی شبہ کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ۳۰؂

منکرین کے دلائل

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ حدود کا اثبات قرائن کے ذریعہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے لیے گواہی یا اعتراف ضروری ہے۔ یہ رائے احناف اور شوافع کی ہے اور ایک قول حنابلہ کا بھی یہی ہے۔ ۳۱؂

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حدود میں قرائن سے استدلال معتبر نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ’’اگر میں گواہی کے بغیر کسی کو رجم کرتا تو فلاں عورت کو رجم کر دیتا، اس لیے کہ اس کی باتوں، چال ڈھال اور اس کے پاس آنے جانے والوں سے اس کے بارے میں شک ہوتا ہے‘‘۔ ۳۲؂

۲۔ حدود شبہات کی صورت میں ٹالے جاتے ہیں۔

۳۔ حدود کا شمار خالصۃً حقوق اللہ میں ہوتا ہے اور حقوق اللہ چشم پوشی پر مبنی ہوتے ہیں۔

۴۔ ایک روایت طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ ایک عبادت گزار عورت حاملہ ہے۔ انہوں نے فرمایا: ’’شاید وہ رات میں اٹھی ہو، نماز پڑھی ہو، اسے تنہا پا کر کسی بدکار نے زبردستی اس سے بدکاری کی ہو‘‘۔ بعد میں وہ عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور ان سے اسی طرح کی بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اس پر حد جاری نہیں کی۔ ۳۳؂

۵۔ نزال بن سبرہ بیان کرتے ہیں:

’’ایک عورت سے سونے کی حالت میں بدکاری کی گئی، جس سے اسے حمل ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے اس پر حد جاری نہیں کی اور اپنے گورنروں

کو لکھا کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو قتل نہ کیا جائے۔''۳۴

۶۔اس کا امکان ہے کہ بغیر زنا کے حمل ٹھہر گیا ہو، جیسے کوئی عورت کسی مرد کی منی اپنے رحم میں رکھ لے۔موجودہ دور میں ایسا ہونے بھی لگا ہے۔ چنانچہ بہت سے مغربی ممالک میں 'اسپرم بینک' قائم ہو گئے ہیں۔

۷۔قرینہ کے معتبر نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی گئی ہے کہ کبھی کبھی مال مسروق کسی بے گناہ شخص کے پاس بھی پایا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی کے سامان میں پایا گیا تھا۔

۸۔رہی شراب تو اس کے بارے میں احتمال ہے کہ پینے والے نے اسے غلطی سے پی لیا ہو ، یا کسی نے اسے زبردستی پلا دیا ہو یا اس نے حالتِ اضطرار میں اسے پیا ہو۔تو صرف بو اور قے کی بنیاد پر حد کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔اس لیے کہ کبھی کبھی پینے والا شراب کے مختلف ناموں کی وجہ سے یا اس کے نشے کے بارے میں ناواقفیت کی بنیاد پر معذور ہوتا ہے۔واللہ اعلم ۳۵ بسا اوقات بعض زہریلی اشیاء کی بو شراب جیسی ہوتی ہے اس لیے ان چیزوں کا استعمال نشہ کی دلیل نہیں بن سکتا۔۳۶

ترجیحی رائے

راجح یہ ہے کہ جرائم کی کئی حالتیں ہیں:

اول: حد خالصۃً اللہ تعالیٰ کا حق ہو جیسے زنا۔اس میں حکم یہ ہے کہ قرینے کو ایک ذریعہ کے طور پر متّہم شخص پر دباؤ ڈالنے کے لیے استعمال میں لایا جا سکتا ہے، تاکہ وہ اقرار اور اعتراف کرے۔اگر اس کے باوجود وہ جرم کا اعتراف نہ کرے تو اس پر حد قائم نہیں کی جا سکتی، اِلّا یہ کہ وہ اعتراف کرے، یا گواہوں سے جرم ثابت ہو جائے۔اس لیے کہ شریعت کا منشا پردہ ڈالنے کا ہے، جیسا کہ حضرت ماعزؓ کے مشہور واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔واللہ اعلم

دوم: اس جرم کے نتیجے میں دیگر جرائم کے سرزد ہونے کا امکان ہو، مثلاً نشے کی حالت میں ڈرائیونگ۔ اس معاملے میں صحیح بات یہ ہے کہ قرائن قویہ کا اعتبار کیا جائے گا،

تاکہ تساہل برتنے والوں کی سرزنش کی جاسکے اور انہیں دیگر جرائم کے ارتکاب سے روکا جاسکے۔

سوم: حد متضرر (جس کو نقصان پہنچایا گیا ہو) کا حق، ہو مثلاً قذف کا معاملہ۔اس حالت میں راجح یہ ہے کہ قرائن قویہ سے مدد لی جائے گی۔

حدود کے اثبات کے لیے جدید ٹکنالوجی سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔مثلاً خون کی جانچ کے ذریعہ نشہ کو ثابت کرنا ممکن ہے۔ برطانیہ میں ایک ایسی مشین کا استعمال کیا جاتا ہے جسے حادثات رونما ہونے کی صورت میں ناک پر رکھ کر نشہ کی جانچ کی جاتی ہے۔[۳۷]

قرائن کے ذریعہ قصاص کا ثبوت

کیا قصاص کا اثبات قرائن کے ذریعہ کیا جائے گا؟اس بارے میں اہل علم کی دو رائیں ہیں:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ قرائن کے ذریعہ قصاص کا اثبات کیا جائے گا۔[۳۸] یہ قول علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ اور ابن فرحونؒ کا ہے۔ **مجلة الأحكام العدلية** میں بھی اس کا اثبات ہے۔جیسے کسی گھر سے کوئی شخص اس حالت میں نکلے کہ اس کے ہاتھ میں ایک چھری ہو جو خون میں لت پت ہو، وہ بھاگ رہا ہو اور اس پر خوف طاری ہو۔اسی وقت کوئی شخص یا کچھ لوگ اس گھر میں داخل ہوں اور وہ دیکھیں کہ گھر میں ایک شخص زمین پر پڑا ہوا ہے اور خون میں لت پت ہے۔اس گھر میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے۔تو ایسی صورت میں اسی شخص کو پکڑا جائے گا جو گھر سے نکلا ہے۔ اس لیے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کرے گا کہ اسی بھاگنے والے نے اس کو قتل کیا ہے، اگر چہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس شخص نے خودکشی کی ہو، یا کوئی دوسرا شخص اسے قتل کر کے دیوار کود کر بھاگ گیا ہو۔مگر یہ تمام احتمالات بعید ہیں، ان کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی، جب تک دلیل سے ان کا اثبات نہ ہو جائے۔

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے: ''اگر ایک شخص خون میں لت پت ہو اور دوسرا اس کے سر کے پاس چھری لے کر کھڑا ہو اور ان دونوں کی دشمنی معروف ہو تو اس میں کسی کو شک نہیں ہوگا کہ اسی نے قتل کیا ہے''۔۳۹ے

مگر کبھی کبھی ایسی صورت حال میں بے گناہ مجرم قرار پاتا ہے۔علامہ ابن قیمؒ نے اسی طرح کا ایک واقعہ نقل کیا ہے:

''حضرت علیؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جو ایک ویران علاقہ میں پایا گیا۔اس کے ہاتھ میں خون میں لت پت ایک چھری تھی اور اس کے سامنے ایک ایسی لاش پڑی ہوئی تھی جو خون میں لت پت تھی۔ جب اس سے پوچھ تاچھ ہوئی تو اس نے اقرار کیا کہ میں نے ہی اس شخص کو قتل کیا ہے۔حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور قصاص میں قتل کر دو۔ جب جلاد اس کو قتل کرنے کے لیے لے جانے لگے تو ایک دوسرا شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اس شخص کو چھوڑ دو، قاتل میں ہوں۔اس پر حضرت علیؓ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ جب تو نے قتل نہیں کیا تھا تو اعترافِ جرم کیوں کیا؟ اس شخص نے جواب دیا: اے امیر المومنین، میں کیا کرتا؟ سراغ رساں پولس کو ایک ایسے شخص کے بارے میں اطلاع دی گئی جو خون میں تڑپ رہا تھا۔اس وقت میں وہیں کھڑا تھا اور میرے ہاتھ میں چھری تھی اور اس پر خون کا نشان تھا۔اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ میری طرف سے کوئی بھی معذرت قبول نہ کی جاتی۔اس لیے میں نے اس چیز کا اعتراف کر لیا جو دراصل میں نے کیا ہی نہ تھا۔یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: تم نے غلط کیا۔اب بتاؤ، حقیقت کیا ہے؟ اس شخص نے کہا: دراصل میں ایک قصاب ہوں، میں صبح سویرے اپنی دکان پر گیا۔گائے کو ذبح کر کے اس کی کھال اتاری۔ مجھے قضائے حاجت کا تقاضا ہوا۔چنانچہ میں چھری لیے ہوئے اس ویران جگہ پر آیا۔ قضائے حاجت سے فارغ ہوا

اور واپس اپنی دکان پر جانے لگا تو اچانک وہاں پر ایک لاش خون میں لت پت دیکھی۔ میں اس کو دیکھنے لگا۔ اس وقت چھری میرے ہاتھ میں تھی۔ لوگوں نے مجھے پکڑ لیا ،اور سمجھ بیٹھے کہ اس شخص کو میں نے ہی قتل کیا ہے۔ مجھے اس بات پر پورا یقین ہوگیا کہ اگر میں صحیح بات کہوں تو یہ لوگ نہ مانیں گے۔ اس لیے میں نے ناکردہ گناہ کا اعتراف کرلیا۔ حضرت علیؓ نے دوسرے شخص سے، جس نے قتل کا اعتراف کیا تھا، کہا: تم بتاؤ، کیا معاملہ ہے: اس نے کہا کہ ابلیس نے مجھے گمراہ کیا۔ میں نے مال کی لالچ میں اس شخص کو قتل کیا ہے۔ قتل کرنے کے بعد میں وہاں سے کھسک لیا اور خفیہ پولس نے اس شخص کو، جو اتفاقیہ وہاں آ گیا تھا، پکڑ لیا اور آپ کے پاس لے آئے۔ جب آپ نے قصاص میں اس کو قتل کیے جانے کا حکم دیا تو میں نے سوچا کہ اس کے خون کا ناحق بوجھ بھی مجھے اٹھانا پڑے گا ،اس لیے میں نے صحیح بات کا اعتراف کرلیا۔ حضرت علیؓ نے اپنے صاحب زادے حضرت حسنؓ سے پوچھا: اس معاملے میں کیا کیا جائے؟ انہوں نے جواب دیا: اے امیر المومنین، اگر اس نے ایک شخص کو قتل کیا ہے تو ایک دوسرے شخص کو زندگی بھی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً (المائدہ:۳۲)۔

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

یہ سن کر حضرت علیؓ نے دونوں کو رہا کر دیا۔ اور دیت کی رقم بیت المال سے ادا کر دی۔"

یہ واقعہ نقل کر کے علامہ ابن القیمؒ نے لکھا ہے:

''اگر یہ فیصلہ اولیاء کو صلح پر راضی کر کے کیا گیا ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اور اگر ان کی مرضی کے بغیر کیا گیا ہے تو فقہاء کا مشہور قول یہ ہے کہ قصاص ساقط نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ مجرم کا اعتراف قصاص کو واجب کرتا ہے۔ اس کو ساقط کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے اس پر حدِ قصاص جاری ہوگی''۔[۴۰]

دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ اعتراف اور شہادت کے بغیر قصاص کا اثبات نہیں ہوسکتا۔ قسامہ کا حکم نص کی وجہ سے دوسرا ہے، اس پر اسے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہ جمہور کا قول ہے۔[۴۱]

راجح یہ ہے کہ قرائن قویہ کے ذریعہ استدلال کرنا مناسب ہے۔ اس سے عدل وانصاف کا اثبات ہوتا ہے۔ مزید برآں اسلام میں قضاء کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ کسی بھی طریقے سے حقوق کی حفاظت اور ظلم کا ازالہ ہو، اس لیے ضروری ہے کہ حقوق کی حفاظت اور مجرمین کی زجر وتوبیخ کے لیے قرائن قویہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔

جرائم کی تحقیق میں جدید وسائل کا استعمال

درج ذیل جانچوں کے ذریعے مجرم کا پتہ لگایا جا سکتا ہے:

ا۔ خون: یہ تحقیق کی جائے کہ جرم کے واقع ہونے کی جگہ بہنے والا مادہ سرخ وسیال ہے یا اس کا کوئی دوسرا رنگ ہے؟ اگر خون ہے تو وہ کسی انسان کا ہے یا کسی حیوان کا؟ اس معاملے میں DNA ٹیسٹ کے ذریعہ قطعی تفتیش میں مدد ملتی ہے۔[۴۲]

اسی طرح خون کب نکلا ہے؟ یہ بھی جاننا ضروری ہے، تاکہ معلوم ہو کہ یہ خون ارتکابِ جرم کے وقت کا ہے یا نہیں؟

۲۔ بالوں کے بقایاجات: اگر قتل کا الزام کئی لوگوں پر ہو تو بالوں کی تحقیق سے بھی مجرم کی شناخت میں مدد ملتی ہے۔ اس لیے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ قتل سے قبل جھگڑے میں مقتول نے قاتل کے بال پکڑے ہوں۔ بال کی تحقیق سے یہ بھی معلوم

ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی کے بال ہیں یا جانور کے؟ اور یہ کہ وہ بال مرد کا ہے یا عورت کا؟ اور جسم کے کس حصے کا ہے؟ اور یہ کہ بال کو اکھاڑا گیا ہے یا کاٹا گیا ہے؟۔۴۳ اسی طرح اگر قتل کا الزام کئی لوگوں پر ہو تو بالوں کے DNA ٹیسٹ سے مجرم تک پہنچا جاسکتا ہے۔۴۴

۳۔منی: عام طور پر عصمت دری اور جنسی جرائم کو ثابت کرنے کے سلسلے میں اس کی تعیین کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔جین (GENE) کی تحقیق کے ذریعہ پتا لگایا جاسکتا ہے کہ منی کس کی ہے؟۴۵

۴۔لعاب: لعاب کا کیمیاوی تجربہ کرکے صاحبِ لعاب کی تفتیش کی جاسکتی ہے۔

۵۔پسینہ: ہر شخص کے جسم سے نکلنے والے پسینے کی ایک خاص بُو ہوتی ہے۔سورۂ یوسف میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کا قافلہ حضرت یوسفؑ کی قمیص لے کر آیا تو یعقوبؑ نے فرمایا:

إِنِّیْ لَأَجِدُ رِیْحَ یُوسُفَ (یوسف:۹۴) میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ پولیس مجرم تک پہنچنے کے لیے جاسوس کتوں کو استعمال کرتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زبردست قوتِ شامہ عطا کی ہے۔اس کام کے لیے ایک مشین بھی ایجاد کی گئی ہے جس کا نام ''Chromatograply'' ہے۔۴۶

۶۔آواز: اوروس نامی آلہ کے ذریعہ آواز پہچاننے میں مدد لی جاتی ہے۔اس آلہ کے ذریعہ مرد اور عورت کی آواز کے درمیان بآسانی فرق کرلیا جاتا ہے۔۴۷

جرم میں استعمال شدہ آلہ کی پہچان

جرم میں کون سا ہتھیار استعمال کیا گیا ہے؟ قرائن سے اس کی بھی تعیین ممکن ہے۔مثلاً اگر کسی پر فائر کیا گیا ہے تو یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ فائر کس ہتھیار سے ہوا ہے؟۴۸

اسی طرح ایکسیڈنٹ کی حالت میں گاڑی کی پہچان اس کے پہیوں کے نشانات سے کی جاسکتی ہے؟ بشرطے کہ مشتبہ افراد کی تعداد کم ہو۔

قیافہ شناسی

اس علم کے ذریعہ ایک شخص کی مشابہت اس کے باپ اور بھائی سے جانی جاتی ہے اور نسب میں اشتباہ کو دور کرنے کے لیے اس سے مدد لی جاتی ہے۔کیا شریعت میں قیافہ شناسوں کی بات پر فیصلہ کیا جائے گا؟ اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔امام مالکؒ ، امام شافعیؒ ، امام احمدؒ اور امام ابن حزمؒ اس کے قائل ہیں ۔ جب کہ احناف اس کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔ دونوں فریقوں کے دلائل کی تفصیل کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے ۔

نسب میں اشتباہ کے ازالے کے لیے آج کل بعض نئے علوم سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ طبِ جدید میں بتایا گیا ہے کہ ہر شخص کے GENE میں موروثی خصوصیات موجود ہوتی ہیں ۔اس لیے اس کی جانچ سے صحیح نسب کی تعیین یقینی طور پر کی جاسکتی ہے ۔

خلاصۂ بحث

گزشتہ مباحث کا خلاصہ درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے:

(۱) یقینی قرائن کے ذریعہ فیصلہ کرنے کے سلسلے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۲) علماء کے درمیان اس معاملے میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ وہمی اور کمزور قرائن معتبر نہیں ہیں۔

(۳) راجح یہ ہے کہ مالی معاملات میں مضبوط قرائن سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

(۴) نبوی نصوص اور آپ کے عہد میں پیش آنے والے واقعات سے محسوس ہوتا ہے کہ جرمِ زنا کے معاملے میں شریعت کا رجحان پردہ پوشی کا ہے۔اس لیے اس کے اثبات کے لیے قرائن سے مدد نہیں لی جائے گی۔

(۵) شراب نوشی انسان کو دیگر بہت سے جرائم کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ ام الخبائث ہے۔اس لیے قرائن کے ذریعہ اس کو ثابت کیا جائے گا، تاکہ مجرمین کو اس سے

روکا جاسکے۔

(۶) قذف کی حد چونکہ مقذوف (جس پر الزام لگایا گیا ہے) کا حق ہے، اس لیے اس کا اثبات بھی قرائن کے ذریعہ کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اس کے ذریعے شریعت کا ایک اہم مقصد پورا ہوتا ہے اور وہ ہے عدل وانصاف کا قیام۔

(۷) دوسرے انسانوں پر مظالم کی صورت میں فیصلہ کرنے میں قرائنِ قویہ سے مدد لی جائے گی۔ خاص طور پر موجودہ زمانے میں جرم کا پتہ لگانے کے لیے ایسے طریقے اور آلات ایجاد ہوگئے ہیں جن کے ذریعے یقین تک پہنچا جاسکتا ہے۔

(۸) نسب میں اشتباہ اور تنازعہ کی صورت میں بسا اوقات قیافہ شناسی سے مدد لی جاتی ہے۔ اس سلسلے اس کے جدید طریقہ (جین GENE کے ذریعہ تعیین) کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

مصادر ومراجع:

۱۔ لسان العرب، ابن منظور، الصحاح، جوہری، مادہ قرن۔

۲۔ تعارض البینات: ۱۴۲، المدخل الفقہی العام: ۹۱۸/۲۔

۳۔ مجلۃ الأحکام العدلیۃ: ۱۷۴/۱۔

۴۔ الأشباہ والنظائر: ۲۴۷۔

۵۔ الاسلام عقیدۃ وشریعۃ، محمود شلتوت، ص ۴۶۹ بحوالہ وسائل الاثبات، ص ۵۰۰۔

۶۔ وسائل الاثبات: ص ۵۰۰۔

۷۔ تھذیب الفروق: ۲۴۸/۲۔

۸۔ مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲۹/۳۵۔

۹۔ بدائع الفرائد، بحوالہ الفواکہ العدیدہ لابن منقور: ۱۹۲/۲۔ (بتلخیص)

۱۰۔ أضواء البیان، شنقیطی: ۶۹/۳۔

۱۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الکبیر: ۶۱۴۲، صحیح مسلم، کتاب القسامۃ، باب القسامۃ: ۱۶۶۹

۱۲۔ سنن نسائی، آداب القضاء، باب حکم الحاکم بعلمہ: ۵۴۰۴۔

۱۳۔ الطرق الحکمیۃ: ابن قیم، ص۱۰-۱۱۔
۱۴۔ شرح النووي علی صحیح مسلم: ۱۲/۱۸۔
۱۵۔ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب من لم یخمّس الأ سلاب، ۳۱۴۱، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب استحقاق القاتل سلب القتیل: ۱۷۵۲۔
۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب اللقطۃ، باب اذا اخبر رب اللقطۃ بالعلامۃ، دفع الیہ: ۲۴۲۶ صحیح مسلم، کتاب اللقطۃ، باب معرفۃ العفاص والوکاء وحکم ضالۃ الغنم والابل: (۴۵۰۵)۔
۱۷۔ السنن الکبری، للبیہقی: ۹/۱۳۷، حدیث نمبر ۱۸۱۶۸۔
۱۸۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح: ۴۲۷۴ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل حاطب بن ابی بلتعہ واہل بدر رضی اللہ عنہم: ۲۴۹۴۔
۱۹۔ الطرق الحکمیۃ: ص ۱۸۔
۲۰۔ السیاسۃ القضائیۃ في عہد عمر: ص ۱۳۷۔
۲۱۔ تبصرۃ الأ حکام: ۲/۹۷۔
۲۲۔ اثبات جرائم الحدود: ص۱۵۰، بحوالہ المنتقي شرح الموطأ: ۷/۱۴۔
۲۳۔ الطرق الحکمیۃ: ۱۲۔
۲۴۔ مصنف عبدالرزاق: ۷/۳۵۴، مصنف ابن أبي شیبۃ: ۱۰/۱۸، السنن الکبری للبیہقي: ۷/۴۴۳۔
۲۵۔ مصنف عبدالرزاق: ۷/۳۵۰۔
۲۶۔ موطا امام مالک: کتاب الحدود، باب الحد فی الخمر: ۳۶۱۲ سنن نسائی، کتاب الاشربۃ، باب ذکر الاخبار التی اعتل بہا من رباح الشراب المسکر: ۵۷۱۱
۲۷۔ مصنف عبدالرزاق: ۹/۲۲۸، مصنف ابن أبي شیبۃ: ۱۰/۳۸۔
۲۸۔ الطرق الحکمیۃ: ص۱۲۔ ۲۹۔ ایضاً ص۱۲۔
۳۰۔ ایضاً ص۱۲۔ ۳۱۔ مغني المحتاج: ۴/۱۹۰۔
۳۲۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب من اظہر الفاحشۃ: ۲۵۵۹۔
۳۳۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابن حجر عسقلانی: ۳/۵۲۳۔
۳۴۔ السنن الکبری للبیہقی: ۱۰/۲۳۶۔
۳۵۔ دور الأ ثر المادي في الاثبات الجنائي: ص ۱۱۱۔

۳۶۔ السياسة القضائية في عهد عمر: ص ۴۵۷۔

۳۷۔ ایضاً: ص ۴۵۷۔ ۳۸۔ وسائل الاثبات: ص ۵۲۷۔

۳۹۔ الطرق الحكمية: ص ۱۱۔ ۴۰۔ ایضاً: ص ۵۳۔

۴۱۔ وسائل الاثبات: ص ۵۲۷۔

۴۲۔ دور الأثر المادي في الاثبات الجنائي: ۲۲۲۱۔

۴۳۔ ایضاً: ص ۳۷۔ ۴۴۔ ایضاً: ص ۳۸۔

۴۵۔ ایضاً: ص ۴۲۔ ۴۶۔ ایضاً: ص ۵۱۵۰۔

۴۷۔ ایضاً: ص ۵۳۔ ۴۸۔ ایضاً: ص ۵۸۔

(مأخذ سہ ماہی ''العدل، ریاض، سعودی عرب شمارہ ۲۸، شوال ۱۴۲۶ھ)

شیئر بازار میں سرمایہ کاری: موجودہ طریقہ کار اور اسلامی نقطۂ نظر

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی

عصرِ حاضر میں شیئر ز بازار اور اس میں سرمایہ کاری کا موضوع کافی اہمیت اختیار کر گیا ہے، جہاں لوگوں میں اپنی بچت کے ذریعے نفع کمانے کے لیے تجارتی شیئر زخریدنے کا رجحان بڑھا ہے وہیں دین دار طبقہ میں اس سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر جاننے کی خواہش بھی ابھری ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں شیرز کی ماہیت اور شیرز بازار کا عمل سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے اساسی طرزِ عمل کا تجزیہ کیا ہے اور اسٹاک ایکسچینج، بانڈ، فکسڈ ڈپازٹ، میوچول فنڈ اور دیگر متعلقہ اصطلاحات کی تفہیم کرائی ہے۔ نیز شیرز میں سرمایہ کاری سے متعلق علماء اور مفتیانِ کرام کی آراء وفتاویٰ نقل کرتے ہوئے ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ کمپنیوں کے شیرز پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے طریقے سے بھی بحث کی ہے۔ اس کتاب میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر اسلامی نقطۂ نظر سے بہت متوازن بحث کی گئی ہے۔

آفسیٹ کی حسین طباعت، عمدہ کاغذ، جاذب نظر سرِ ورق، صفحات: ۱۵۶ قیمت پیپر بیک =/۴۵ روپے مجلّد =/۶۰ روپے

ملنے کے پتے: ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳، علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵